https://farid.ps/articles/breaking_the_cycle_of_captives_and_violence/ur.html

ناانصافی کے قیدی: اسرائیل کا حراستی نظام اور حماس کی یرغمال بنانے کی حکمت عملی کس طرح عذاب کے دائرے کو برقرار رکھتی ہے

اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان جاری تنازعہ ایک المناک طریقے سے قیدیوں کے چکر میں جھلکتا ہے: اسرائیل کا فلسطینیوں کے خلاف من مانی گرفتاریوں، تشدد اور غیر انسانی سلوک کا نظام، اور اس کے جواب میں حماس کی یرغمال بنانے کی کارروائیاں۔ دونوں طریقوں سے ناقابلِ پیمائش دکھ ہوتا ہے۔ فلسطینی مسلسل اس خطرے کے سائے میں رہتے ہیں کہ وہ ایک ایسے نظام میں غائب ہو جائیں گے جہاں قانونی عمل کی کوئی گنجائش نہیں، جبکہ اسرائیلی اپنے پیاروں کے لیے غمگین ہیں جو مسلح گروہوں کے ہاتھوں یرغمال ہیں۔ نتیجہ ایک لامتناہی صدمات، غصہ اور انتہا پسندی کا چکر ہے۔

یہ چکر توڑا جا سکتا تھا— حالیہ طور پر اکتوبر 2023 میں مذاکراتی معاہدوں کے ذریعے جو دونوں فریقوں کے قیدیوں کو رہا کر سکتے تھے۔ لیکن اسرائیلی حکومت، وزیر اعظم بن یامین نیتن یاہو کی قیادت میں اور انتہا پسند عناصر کے دباؤ میں، سفارت کاری کے بجائے تناؤ کو بڑھانے کا انتخاب کیا، اہم مذاکراتی افراد کو کنارے کر دیا اور عذاب کو طول دیا۔ اسرائیل کے غیر قانونی حراستی نظام کو ختم کرنے سے انکار اور سفارتی چینلز کی نفی نے درد کے اس دائرے کو مزید مضبوط کیا۔

اسرائیل کا حراستی نظام: ادارہ جاتی ناانصافی

1967 سے، اسرائیل نے مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں انتظامی حراست اور فوجی عدالتوں کو کنٹرول کے آلات کے طور پر استعمال کیا ہے۔ یہ میکانزم بین الاقوامی قانونی معیارات سے مکمل طور پر باہر کام کرتے ہیں۔ فلسطینیوں کو خفیہ شواہد کی بنیاد پر بغیر کسی الزام یا مقدمے کے غیر معینہ مدت تک قید کیا جا سکتا ہے، بغیر کسی مؤثر اپیل کے ذرائع کے۔ فوجی عدالتیں، جن کا سزا دینے کا تناسب 99.7 فیصد کے قریب ہے، انصاف کے بجائے جبر کے آلات کے طور پر کام کرتی ہیں۔ یہ طریقہ کار براہ راست عالمی

اعلامیہ برائے انسانی حقوق (آرٹیکل 9 اور 10)، شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق بین الاقوامی معاہدہ (آرٹیکل 9 اور 14)، اور چوتھا جنیوا کنونشن (آرٹیکل 64–66) کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

تشدد اور بدسلوکی منظم ہیں۔ اقوام متحدہ کے اداروں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی متعدد رپورٹس نے مارپیٹ، تناؤ کی پوزیشنز، واٹر بورڈنگ، برقی جھٹکوں، جنسی ذلت اور اشیاء کے ساتھ ریپ کے استعمال کی دستاویزات پیش کی ہیں۔ 2015 کی ایک رپورٹ نے 2005 سے 2012 کے درمیان کم از کم 60 جنسی تشدد کے واقعات کی فہرست بنائی۔ یہ اقدامات تشدد کے خلاف کنونشن (آرٹیکل 1 اور 16) اور ICCPR آرٹیکل 7 دونوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں، جو کسی بھی حالات میں تشدد کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

7 اکتوبر 2023 سے، یہ بدسلوکیاں ڈرامائی طور پر بڑھ گئی ہیں۔ اگست 2024 تک، کم از کم 53 فلسطینی قیدی حراست میں ہلاک ہو چکے ہیں، جن میں سے بہت سے پر تشدد کے آثار دکھائی دیے۔ 14 سال کی عمر کے بچوں کو بھی زبردستی برہنہ کیا گیا اور ذلت آمیز سلوک کا نشانہ بنایا گیا۔ عملی طور پر، ایسی حالات میں رکھے گئے فلسطینی نہ صرف آزادی سے محروم ہیں بلکہ انسانیت سے بھی محروم ہیں۔ اس منظم نوعیت اور شہری آبادی پر دباؤ ڈالنے کے ارادے کو دیکھتے ہوئے، یہ اقدامات ممکنہ طور پر 1979 کی یرغمال بنانے کے خلاف بین الاقوامی کنونشن کے تحت یرغمال بنانے کی تعریف کو پورا کرتے ہیں، جس میں افراد کو زخمی کرنے یا موت کی دھمکی کے تحت حراست میں رکھنا شامل ہے تاکہ تیسری پارٹی—اس معاملے میں فلسطینی معاشرے—کو عمل پر مجبور کیا جائے۔

فلسطینی معاشرے میں نفسیاتی تباہی

من مانی حراست سے ہونے والا صدمہ جیل کی دیواروں سے کہیں آگے گونجتا ہے۔ خاندان مسلسل اس خوف میں رہتے ہیں کہ ان کے پیاروں—خاص طور پر بچوں—کو رات کے وقت لے جایا جائے گا، رابطے سے کاٹ دیا جائے گا اور تشدد کا نشانہ بنایا جائے گا۔ بہت سے فلسطینیوں کے لیے، "گرفتاری" کا لفظ قانونی عمل کی بجائے غائب ہونے، تشدد اور ممکنہ طور پر موت کا مطلب رکھتا ہے۔ 2024 تک، 9,500 سے زائد فلسطینیوں کو حراست میں لیا جا چکا تھا، جو اجتماعی خوف اور غم کو بڑھاوا دیتا ہے۔

یہ وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا دکھ غیر فعال رویہ نہیں بلکہ مزاحمت پیدا کرتا ہے۔ جوابات کے لیے بے چین خاندان اور کمیونٹیز اکثر انہی اداروں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اثر و رسوخ کا وعدہ کرتے ہیں— مسلح گروہ۔ یہ تشدد کا جواز نہیں ہے، بلکہ نفسیاتی

حقیقت کا اعتراف ہے: جب آپ کا بچہ غیر قانونی طور پر قید کیا جاتا ہے، تشدد کا نشانہ بنتا ہے، اور اس کے زندہ واپس آنے کا امکان کم ہوتا ہے، تو اس کی واپسی کو یقینی بنانے کے لیے کچھ بھی کرنے کا جبلت گہرائی سے انسانی ہے۔ یہ نفسیاتی ضرورت، اگرچہ بین الاقوامی قانون کے تحت دفاع نہیں ہے، حماس کی حکمت عملی کو سمجھنے کی کلید ہے۔

حماس کی یرغمال بنانے کی کارروائی: غیر قانونی لیکن قابل فہم

7 اکتوبر 2023 کو، حماس نے 251 اسرائیلی یرغمالیوں کو پکڑ کر دنیا کو حیران کر دیا۔ یہ عمل **1979 کی یرغمال کنونشن** کے تحت غیر قانونی اور اخلاقی طور پر ناقابل دفاع تھا، جو سرکاری کارروائی کو مجبور کرنے کے لیے شہریوں کو پکڑنے کی واضح طور پر ممانعت کرتا ہے۔ تاہم، حماس نے یہ حکمت عملی خلا میں ایجاد نہیں کی—اس کا تاریخی سابقہ اور نفسیاتی منطق ہے۔

2011 میں گیلاد شالیت کے قیدیوں کے تبادلے نے، جس میں ایک اسرائیلی فوجی کے بدلے 1,000 سے زائد فلسطینی رہا کیے گئے، فلسطینیوں میں یہ نظریہ مضبوط کیا کہ صرف یرغمال بنانا نتائج دیتا ہے۔ چونکہ اسرائیل کا قانونی نظام قیدیوں کے لیے انصاف کی کوئی راہ پیش نہیں کرتا، حماس یرغمالیوں کو سودے بازی کے طور پر استعمال کرتا ہے—ایک اخلاقی طور پر گھناؤنی لیکن سیاسی طور پر مؤثر حکمت عملی۔ ایک بار پھر، بات اس عمل کا دفاع کرنے کی نہیں ہے، بلکہ اس کی جڑ کا سامنا کرنے کی ہے: ایک معاشرہ جو اس حد تک وحشیانہ بنا دیا گیا ہے کہ وہ یہ مانتا ہے کہ سفارت کاری اور قانونیت کی کوئی قدر نہیں۔

اس طرح، اخلاقی اور قانونی مساوات طریقوں میں نہیں—یرغمال بنانے اور حراست میں—بلکہ ان کی بنیادی غیر قانونی اور غیر انسانی اثر میں ہے۔ اسرائیل کی من مانی حراستیں اور حماس کی یرغمال بنانے کی کارروائیاں دونوں بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہیں اور دونوں شہریوں کو نشانہ بناتی ہیں۔ ایک ریاستی منظوری سے، معمول بنائی گئی اور قانونی بیوروکریسی میں لپیٹی گئی ہے؛ دوسری شاندار اور فوری ہے۔ لیکن دونوں جبر، صدمات اور ناامیدی کے ایک ہی چکر کا حصہ ہیں۔

مشترکہ دکھ

اسرائیلی طرف کا غم گہرا ہے۔ یرغمالیوں کے خاندان ناقابل برداشت غیر یقینی صورتحال کا سامنا کرتے ہیں، یہ جانے بغیر کہ ان کے پیارے زندہ ہیں یا نہیں، اور یہ کہ وہ کب یا کیسے واپس آئیں گے۔ ان کا درد فلسطینی خاندانوں کے درد کی عکاسی کرتا ہے جو ایک مختلف نام کے تحت—"انتظامی حراست"—اسی طرح کی غیر موجودگی، خوف اور بے بسی کا تجربہ کرتے ہیں۔

اس متوازی دکھ نے ہمدردی کے لیے جگہ بنانی چاہیے تھی۔ اس کے بجائے، اسے ہتھیار بنایا گیا۔ اسرائیل میں جنگ بندی اور یرغمال معاہدے کی مانگ کرنے والے مظاہرین کو نظر انداز یا مسترد کر دیا گیا۔ اسرائیلی یرغمالیوں کے خاندان، جن میں ہائم روبنسٹائن جیسے افراد شامل ہیں، نے نیتن یاہو کی حکومت پر الزام عائد کیا کہ وہ اپنے پیاروں کو سیاسی فائدے کے لیے قربان کر رہی ہے۔

ضائع شدہ موقع اور پالیسی کی ناکامی

اس گہرائی سے نکلنے کا راستہ موجود تھا۔ اکتوبر 2023 میں، گرشون باسکن کی قیادت میں خفیہ مذاکرات، قطر اور حماس کے رابطوں کی ثالثی کے ساتھ، باہمی رہائی کے لیے ایک قابل عمل ڈھانچہ پیش کیا۔ لیکن نیتن یاہو کی سخت گیر حکومت، جو ایتامار بن گویر اور بیزالیل سموٹریچ جیسے انتہائی قوم پرستوں کے زیر اثر تھی، نے ان تجاویز کو مسترد کر دیا۔ اس وقت یرغمال مذاکرات میں کلیدی عہدیدار اورین سیٹر نے ضائع شدہ موقع کے خلاف احتجاج میں استعفیٰ دے دیا۔

یہ کوئی حکمت عملی کی غلطی نہیں تھی—یہ ایک اخلاقی ناکامی تھی۔ انسانی حل کے بجائے فوجی تناؤ کو ترجیح دینے سے نہ تو اسرائیلیوں کو آزاد کیا گیا اور نہ ہی فلسطینیوں کو۔ اس نے درد کو گہرا کیا، مزید انتہا پسندی کو ہوا دی، اور قیدیوں کو جنگ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کو مستحکم کیا۔

چکر توڑنا

اس چکر کو ختم کرنے کا آغاز فضائی حملوں یا یرغمالوں کی بازیابی سے نہیں ہوتا، بلکہ ان ڈھانچوں کو توڑنے سے ہوتا ہے جنہوں نے انہیں ضروری بنایا۔ اسرائیل کو اپنے من مانی حراست اور فوجی عدالتوں کے نظام کو ختم کرنا چاہیے—ایسی طرز عمل جو قانون کی بالادستی کو تباہ کرتی ہیں اور پرتشدد جوابی کارروائیاں جنم دیتی ہیں۔ اس بنیادی ناانصافی کو حل کیے بغیر، کوئی بھی عارضی جنگ بندی یا تبادلہ صرف اگلی اغوا اور خونریزی کے چکر کو مؤخر کرے گا۔

انصاف منتخب نہیں ہو سکتا۔ وہی اصول جو حماس کی یرغمال بنانے کی مذمت کرتے ہیں، اسرائیل کے غیر معینہ، غیر قانونی شہری قید کو بھی مسترد کرنا چاہیے۔ جب تک دونوں قسم کی قید ختم نہیں ہوتی، دونوں قومیں ایک ایسی نظام کی قیدی رہیں گی جو باہمی دکھ پر پروان چڑھتا ہے۔